سعدیہ شیخ: اسلامی تانیثیت پسندی کی علمبردار *

نور فاطمہ
ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، جے پرکاش یونیورسٹی، چھپرہ۔ انڈیا

ڈاکٹر سعدیہ شیخ کا شمار اسلامی تانیثیت پسندی کی علمبرداروں میں ہوتا ہے۔ ان کے مطالعات کے مرکزی موضوعات میں تصوف اور تانیثیت، جنسی تشدد، جنس اور اسلامی قوانین، تانیثی نظریات اور اسلام سے متعلق عناوین شامل ہیں۔ سعدیہ کی ولادت جنوبی افریقہ کے شہر Krugersdorp میں 1969ء کو ہوئی تھی۔ انھوں نے فیلاڈلفیا کی ٹمپل یونیورسٹی سے 2002ء میں ابن العربیؒ کی متصوفانہ تعلیمات میں تانیثیت کے موضوع پہ ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی تھی۔ فی الحال وہ جنوبی افریقہ کی یونیورسٹی اوف کیپ ٹاؤن کے شعبۂ مذہبی مطالعات کی صدر ہیں۔ آپ کی تصانیف میں Sufi Narratives of Intimacy کو اسلامی تانیثی مطالعات کے ضمن میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

اسلامی تانیثیت کی علمبردار پروفیسر سعدیہ شیخ سے قبل جنوبی افریقہ میں شمیمہ شیخ کے ذریعہ اسلامی تانیثیت کو متعارف کیا جا چکا تھا۔ تصوف اور رموز تصوف کے تانیثی مطالعات اور فقہ میں ان کے اطلاق کے سلسلے میں سعدیہ شیخ اولیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے شیخ محی الدین ابن العربیؒ کے حوالے سے تصوف کے تانیثی رنگ و آہنگ کو کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ سعدیہ شیخ نے صوفیانہ تجربوں کی تانیثی معنویت اور اسلام نیز مسلم معاشرے میں اس کی اہمیت کے ذکر کے دوران لکھا ہے کہ تانیثی معروضیت پسندی اور نسائی تجربات تصوف کی بعض قسموں سے ہم آہنگ ہیں۔ صوفیانہ تجربوں کا تصور دراصل اسلام کی تعلیم مساوات یا اصول مساوات کے عین مطابق ہے جہاں جنس یا صنف کا فرق قائم نہیں رہتا اور کوئی بھی اپنی ریاضتوں سے ان تجربوں کا حصہ بن سکتا ہے۔ مسلم خواتین نے اپنے ذاتی تجربوں کی بنیاد پہ اسلامی تانیثیت کے زیر اثر ان عوامل پہ قلم اٹھایا ہے جو مذہبی امور کی غلط یا پدرسری تفسیر و تشریح کی وجہ سے خاتون مخالف ذہنیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لیکن تجربوں کی اسی کائنات میں ایسے عوامل بھی کارفرما ہیں جو صنفی امتیازات کی وجہ سے اسلام کے مساواتی نظام اور برادرانہ محبت کے پیغام کی نفی کرتے ہیں۔ سعدیہ کا خیال ہے کہ ذاتی تجربوں کا غلط استعمال بھی کیا جاتا رہا ہے۔ اس نے حمیدہ باشی اور ارشاد مانجی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے محض مغرب کی توجہ مبذول کرانے کے لئے اپنی تخلیقوں میں اسلام اور مسلم معاشرے کی منفی تصویریں پیش کیں، اور اس وجہ سے انھیں انعامات بھی حاصل ہوئے۔ انھوں نے اگر مثبت انداز نظر اختیار کیا ہوتا تو اپنے معاشرے کی تشکیل نو کا کام بھی کر سکتی تھیں۔ انھوں نے افغانستان پہ امریکہ کے حملوں کا دفاع کیا یہ کہتے ہوئے کہ افغانی معاشرے نے خواتین کے سبھی حقوق سلب کر لئے ہیں، اس لئے انھیں ان شدت پسندوں سے نجات دلانا ضروری ہے۔ لیکن وہیں جب بے شمار عورتیں مار ڈالی گئیں اور ان افواج کی درندگیوں کا شکار بنیں تو یہ خاموش رہیں۔ انھوں نے ان عورتوں کے تئیں ہمدردی یا محبت کا اظہار نہیں کیا جو امریکی سپاہ کے نشانوں پر تھیں۔ اس پس منظر میں سعدیہ شیخ نے ذاتی تجربوں کو تعمیراتی بنانے کی وکالت کی ہے۔ اس کے لئے صوفیانہ تجربے ایک خاص طریقے سے عشق اور وحدت کا احساس عطا کرتے ہیں۔ وہ مسلمان جنھیں صنفی عدل و انصاف کی جستجو ہے انھیں چاہیے کہ جغرافیائی سیاست کے سیاق میں اپنے معاشروں میں موجود جنسیت (Sexism) اور ناانصافیوں کی سخت ترین تنقیدیں بھی کریں، اور صنفی مساوات کی ایسی بہترین صورتوں کو بھی وضع کریں جو انھیں کسی بھی قسم کی صنفی ایذا کے احساس سے آزاد کر سکے۔

*** راقمہ مفید مشوروں اور رہنمائی کے لئے استاد محترم پروفیسر ارشد مسعود ہاشمی، صدر شعبۂ اردو، جے پرکاش یونیورسٹی، چھپرہ کی ممنون ہے۔**

اسلام اور مسلمانوں کے انسان دوست نظریات و روایات اور ان میں پوشیدہ صنفی انصاف اور انسانی مساوات کی تاریخ کی بازیافت کو اگر نصب العین بنالیا جائے تو معاصر مسلم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہی روحانی افزائش کے سامان مہیا کیے جاسکتے ہیں۔ اسلامی تانیثیت پسندوں کو چاہیے کہ وہ مختلف صورتوں میں 'سلطنت' کے حملوں کا مقابلہ کریں اور اس کی تنقید بھی کریں۔ تانیثیت کے نوآبادیاتی اور شاہی بیانیوں نے مسلم زندگیوں کو تباہ کر دیا ہے، مسلمانوں کی قدروں کو ان سے چھین لیا ہے۔ موجودہ صورتحال میں جبساری دنیا میں مسلمان ڈرون کے حملوں، دوسری جسمانی اذیتوں اور نفسیاتی تادیبوں کے نشانوں پر ہیں، کچھ مسلمان دفاعی انداز اختیار میں ہی عافیت محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اغیار کی ثقافتوں کے وفادار بنے رہیں۔ ایسے میں وہ مسلم عورتیں جو اپنی کمیونٹی میں صنفی رشتوں کی بنیاد پہ کسی قسم کی مخالفت پہ اماده ہو جاتی ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اس معاملے کو اس عوامی سطح سے الگ رکھیں جہاں مسلمان اور اسلام خود ہی خطروں میں گھرے ہیں۔ سعدیہ شیخ نے اسلام ہراسی (اسلاموفوبیا) کی وجہ سے صنفی نامساوات کے معاملات کو پوشیدہ رکھنے کو دفاعی اور انفعالی عمل کہا ہے۔ اس کے خیال میں اس مشکل صورتحال سے بخوبی باہر نکل آنے کے لئے اسلام کی ان روایات کو منظر عام پہ لایا جائے جن سے اخوت و محبت اور انسان دوستی و مساوات کی قندیلیں روشن ہوتی ہیں۔

سعدیہ شیخ نے محی الدین ابن العربیؒ پہ لکھی اپنی کتاب Sufi Narratives of Intimacy: Ibn 'Arab?, Gender, and Sexuality میں ابن عربی کی ذاتی زندگی اور ان کے بیانات کی روشنی میں تصوف کی بنیادوں پہ بعض فقہی قوانین کو مرتب کرنے کی سفارش کی ہے۔ سات ابواب میں منقسم اس کتاب میں اسلامی روایات فقہ میں جنسی تعصّبات کی تفصیلیں پیش کرنے کے بعد ابن عربی سے قبل تصوف کی معروضیت اور اس میں جنس کے مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد ابن عربیؒ کی مذہبی بشریات، تصوف اور جنس، ابن عربیؒ کے استعاروں میں جنس کے استعمال، آدم اور حوا کی شعریات، خواتین میں الوہی عناصر، اور اسلامی تانیثیت کے کلامیوں میں ابن عربی کے بیانات کی اہمیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ابن عربیؒ کے سلسلے میں سعدیہ شیخ نے لکھا ہے کہ ان کی تصنیف کے مطالعہ سے کسی بھی تانیثی دانشور کے ذہن میں دو امور در آتے ہیں: ایک تو یہ کہ ان کی متصوفانہ بصیرتوں میں صنف کے بنیاد پرست تصورات موجود ہیں، جو کہ ان کے تناظر میں حیرت انگیز ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کی سوانح میں خاندان سے باہر کی خواتین سے بھی کئی مضبوط رشتوں کی نشانی ملتی ہے۔ سعدیہ نے ان دونوں، یعنی خواتین کے ساتھ ان کے تعلقات اور صنف کے سلسلے میں ان کے متصوفانہ تصورات، کے درمیان تعلق کی جستجو کرتے ہوئے روحانی تجربات کی معنویت کو اپنا موضوع بنایا ہے اور واضح کیا ہے کہ مسلم دانشوری کی تاریخ میں ابن عربی صنف کا بہت ہی متحرک تصور پیش کرتے ہیں اور اسی سے عشق کی منزلوں کے سر کرنے کی ابتدا بھی ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ یہی وجہ ہے کہ ابن عربی کے یہاں نسائی قوتوں کا ادراک اس حد تک موجود ہے کہ خدا کی اساسی تخلیقیت کو باروداری، دردزہ اور پیدائش کے تانیثی تمثالوں کے ذریعہ پیش کرنے کا عمل ملتا ہے۔ ان کی دینیاتی بصیرتیں رحم اور حسن کے الوہی اوصاف سے ہم آہنگ نظر آتی ہیں۔ اس مقام پہ ان کے یہاں مردوں اور عورتوں کے مساوی روحانی استعداد کا جوذکر ملتا ہے اسی سے انسان کامل کے آرکیٹائپل نمونہ کی تشکیل بھی ہوتی ہے۔ امام غزالیؒ اور امام ابن تیمیہؒ سے ابن عربیؒ کا موازنہ کرتے ہوئے اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ تصوف کی سبھی شاخوں میں ایسے رجحانات موجود نہیں ہیں جن کی بنیاد پہ ان کی تعلیمات کو خواتین کے مواقف تصور کیا جائے لیکن ابن عربیؒ نے جس طرح باطنی قوت اور اس کے نسائی آہنگ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تصانیف اور شاعری میں انثی قوت کا اقرار کیا ہے اس کی بنیاد پہ طریقت اور شریعت میں توازن قائم کرتے ہوئے نئے فقہی معمولات کے لئے منہج کی جستجو کی جاسکتی ہے۔ ابن عربی کے ساتھ ہی دیگر صوفیائے کرام کے یہاں جہاد فی النفس کا تصور بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی بن سکتا ہے۔

نماز کے لئے مرد وزن کی مخلوط جماعت آج عالمی طور پہ بحث و مباحثوں کا موضوع بنی ہے۔ بقول سعدیہ شیخ، ابن عربیؒ نے دینیات کے مساوات کے پیغام کو عام کرنے کے لئے یہ کہا تھا کہ مرد وزن دونوں ہی مخلوط جماعت کی امامت کر سکتے ہیں۔ متذکرہ کتاب میں ان کی تصنیف الفتوحات المکیہ کے حوالے سے سعدیہ شیخ نے اپنے مقالہ Sufism, Islamic Law and Gender میں یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کچھ لوگ مرد وعورت کی مخلوط جماعت کی امامت کے لئے خواتین کو اجازت دیتے ہیں۔ میں اس سے متفق ہوں۔ کچھ خاتون کی امامت کے ہی قائل نہیں ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ وہ عورتوں کی امامت کر سکتی ہے۔ کس طرح تجزیہ کیا جائے اس کا؟ پیغمبرﷺ نے بعض خواتین کے روحانی کمال کا اعتراف کیا ہے ٹھیک اسی طرح جیوں انھوں نے کچھ مردوں کے سلسلے میں شہادت دی، حالانکہ اس درجۂ کمال پہ مرد عورتوں سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔ خواتین امامت کر سکتی ہیں۔ جو اسے ممنوع قرار دیتے ہیں ان کے پاس کوئی مخصوص نص نہیں ہے(1)۔

خواتین کے ذریعہ امامت کی مخالفت کے لئے جن مطلق ساخت پہ سارا تصور قائم ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ:

ایک مقدس مرکز (امامت کی جگہ) پہ کسی عورت کے رہنے سے جماعت میں شامل مردوں کی جنسی خواہشیں ابھر سکتی ہیں جس کی وجہ سے ان کے خشو و خضوع میں رخنے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ مرد اس کے لئے کیا کہیں گے کہ یہ جذبہ کسی مرد کے اس مقام پہ ہونے سے بھی پیدا ہو سکتا ہے؟ اس قسم کی توجیہات کا بنیادی سبب یہ ہے کہ پدر سریت اسے قبول نہیں کر سکتی، اور دوسرے یہ کہ اس سے عورتوں کی جنسیت کی طاقت اور مردوں کا اس خوفزدہ ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔ بحث وجدل کی یہ قسم نسائی جنسیت کو بے پناہ طاقت عطا کرتی ہے اور اس کے مقابلے میں مرد کو خود ان کی شہوانی خواہشات کا بے بس شکار بنا دیتی ہے۔ عورت کا بدن اگر بیش از حد جنسی ترغیبیں دیتا ہے تو متفاوت اور جنس مخالف کی جانب اپنی رغبتوں کی وجہ سے ویسے مرد مزاحمت کی قوت ہی نہیں رکھتے۔ عورت کے جسم کی موجودگی میں اللہ کی جانب متوجہ ہونے میں ان کی ناکامی کی وجہ سے وہ چاہتے ہیں کہ عورتیں ان کی نظروں کے سامنے نہ رہیں۔۔۔ مردوں کی ایسی سوچ یہ واضح کرتی ہے کہ وہ جنسی تعصّبات کو ہی اقدار حیات کا نمونہ مانتے ہیں(2)۔

اسی مقالے میں سعدیہ شیخ نے جسمانی فروتنی کے ذکر کے دوران ابن عربیؒ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ عورۃ (ننگا پن۔ اسی سے لفظ عورت رائج ہوا۔ لباس اور ستر پوشی کی صنفی اخلاقیات) کے معاملے میں مرد و عورت میں کوئی وجودیاتی فرق نہیں ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ کسی بھی خاتون کا مکمل جسم، اس کے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ، عورۃ ہے۔ ایک جماعت اس کے پیروں کو اس میں شامل نہیں کرتی، جبکہ ایک جماعت کسی بھی رعایت کے بغیر اس کے پورے وجود کو عورۃ کہتی ہے۔ ہمارے خیال سے صرف شرمگاہ کو عورۃ کہنا چاہیے(3)۔

عورۃ کی حفاظت جتنی اہم کسی عورت کے لیئے ہے اتنی اہم مردوں کے لئے بھی۔ عورت کا جسم کے دوسرے حصوں کو ڈھانپنا اس کی شائستگی اور محجوبیت کی علامت ہے۔ گویا ان کے یہاں فقہی اور شرعی معاملات میں بھی شدت پسند یا سخت گیر فقہائے کرام کے بمقابلہ معتدل صورت نظر آتی ہے جس کی بنیاد وہ قرآن و احادیث سے ہی فراہم کرتے ہیں۔ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خاتون قطب کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو زمان و مکان پہ اختیار حاصل کر لیتی ہے۔ سورۃ الاحزاب کی روشنی میں عورتوں کی معاشرتی برابری کے بارے میں ان کے دلائل ابتدائی اسلامی متون کے مطالعہ اور مرد و زن کے وجودیاتی اور روحانی مساوات کے لئے پیش کیے گئے مذہبی نظریات اور خود ان کے متصوفانہ تجربات پہ مبنی ہیں۔

سعدیہ کا خیال ہے کہ ابن عربیؒ کے یہاں ان کے پدر سری معاشرہ اور خود ان کے متصوفانہ تجربات کے درمیان ایک قسم کی کشیدگی موجود ہے۔ تاہم یہ کشیدگی تیرھویں صدی میں جنس اور خواتین کے سلسلے میں موجود روایت شکن انداز نظر سے منحرف نہیں ہونے دیتی۔ لیکن جنس یا صنف کی روشنی میں دیکھیے تو ابن عربی کی زندگی میں خواتین کی بڑی تعداد کی موجودگی کا علم ہوتا ہے، اور خواتین کی یہ وسیع تعداد ان کے گھر کے علاوہ ان کے مذہبی اور معاشرتی دائروں میں بھی تھی۔

اس کتاب سے قبل اپنے مقالہ انسان کامل کی تلاش میں: تصوف، اسلامی قوانین اور جنس (2009) میں سعدیہ نے یہ تفصیل پیش کی تھی کہ اپنی زندگی کے اوائل میں انھوں نے دو خواتین، فاطمہ بنت المثنیٰؒ اور یاسمینہؒ، سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان کی خدمت پہ معمور رہے۔ یہ دونوں عالمائیں اور ولیہ تھیں۔ ابن عربی نے روح القدس میں ان دونوں کا ذکر بہت ہی محبت اور عقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ دونوں اندلس کی مشہور خاتون اساتذہ تھیں۔ فاطمہ بنت المثنیٰؒ جب عمر کی نویں دہائی میں تھیں تب بھی ایسی خوبرو نظر آتی تھیں کہ ابن عربیؒ ان کی جانب دیکھنے میں شرم محسوس کرتے تھے۔ ابن عربی نے یاسمینہؒ یا شمسؒ نام کی ایک ولیہ کا ذکر بھی کیا ہے جو کم و بیش اسّی برسوں کی تھیں۔ ان کے ضمن میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ:

جس طرح وہ اپنے نفس پہ قابو رکھتی ہیں ویسی میں نے ہم مشربوں میں کسی دوسری شخصیت کو نہیں دیکھا۔ اپنے روحانی اعمال ومواصلات کے معاملے میں وہ عظیم تر ہیں۔ ان کا قلب بہت ہی مضبوط اور خالص ہے۔ وہ بے پناہ روحانی قوتوں کی مالکہ ہیں۔ بے مثل فضل وکمالات کی مالکہ ہیں۔ مجھے ان کے الہام و عرفان کا بے شمار تجربہ ہے۔ ان کی روحانی حالت صرف اللہ کے خوف سے نہیں، اس خوف میں مسرور رہنے سے عبارت تھی (4)۔

انھوں نے قاسم الدولہ کی ایک کنیز کا ذکر بھی کیا ہے جو اپنے عہد میں یوں بے مثال تھی کہ پہاڑوں اور درختوں سے گفتگو کرتی تھی، اور پل بھر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جایا کرتی تھی۔ ایک خاتون زینبؒ تھیں جنھوں نے بے پناہ خوبصورتی اور دولت کے باوجود دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ ان کے ساتھ مکہ کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ نماز کے اوقات کی ان جیسی پابندی کسی اور میں نظر نہیں آئی۔ ابن عربی کے سوانح سے ظاہر ہے کہ ان کے زمانے میں مرد اور عورت کا اختلاط عام بات تھی۔ مرد اولیا کے یہاں خواتین کا مجمع ہوتا اور خواتین اولیا کے یہاں مردوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی مرد عورت ساتھ رہا کرتے تھے۔ اپنے دیوان کے ابتدائی حصے میں ابن عربی نے چودہ شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے جنھیں انھوں نے خرقہ عطا کیا تھا۔ ان میں سے تیرہ خواتین ہیں۔ مکہ کے سفر کے دوران ایک جوان اور خوبرو ایرانی ولیہ نظام کے حسن اور ان کی روحانی قوتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ ترجمان الاشواق میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئیں۔ ان کے سلسلے میں ابن عربی نے لکھا ہے کہ وہ ایسی خوبصورت دوشیزہ تھی کہ محض اس کی موجودگی کی وجہ سے ہی لوگوں کا مجمع لگ جاتا تھا۔ اس کی نگاہوں کا جادو، اس کی آواز کی شیرینی ایسی تھی کہ جب وہ گویا ہوتی تو الوہی کیفیتوں کی اسیر رہتی۔ وہ کم سخن تھی لیکن جب بولتی تو اس کا کوئی ثانی نہیں ہوتا۔

ابن عربیؒ نے ان کے حسن کی نیرنگیوں اور ان کے سراپا کی سحر انگیز کشش کا ایسا بھرپور ذکر کیا ہے کہ انھیں اس کی وجہ سے مطعون بھی کیا گیا اور کہا گیا کہ ان کی صوفیانہ تخلیقوں میں اس کی وجہ سے شہوانیت کے عناصر آ گئے ہیں۔ اس کے ردعمل میں انھوں نے وہ بے مثل تشریح پیش کی جس میں ان کے متصوفانہ خیالات کی بھرپور نمائندگی ملتی ہے۔ انھوں نے انسان کے صوفیانہ، ذاتی اور سیاسی عوامل کی ایک دوسرے کو متاثر کرنے والی فطرت کے ساتھ ہی انسانی تجسیم، حسیت پرستی، اور روحانی صداقت کے رشتوں کو منظّم انداز میں پیش کیا ہے۔

ابن عربیؒ نے انسان کامل کے اپنے نظریوں میں اسے جنس سے ماورا بتایا ہے کیونکہ یہ وہ مقام ہے جو مرد و زن دونوں سے ہی اس خاص حالت کے حصول کے لئے ایک جیسے مطالبات رکھتا ہے۔ انہوں نے اس پہلو پہ اصرار کیا ہے کہ ایسی کوئی روحانی صفت نہیں ہے جو مردوں کے لئے ہی ہو اور خواتین اس سے مستثنٰی ہوں۔

روحانی معاملات میں مرد وزن کے مساوی اختیارات پہ مبنی ابن عربی؟ کے نظریات کے ساتھ ہی ان کی خودنوشت میں ایسی ممکنات کے تجربی زاویے موجود ہیں۔ یہاں خاتون اساتذہ کے تئیں ان کی مکمل خودسپردگی کے پہلو بہ پہلو بے شمار خاتون مرشدوں کے تئیں والہانہ محبت کا پرعظم اظہار ملتا ہے (5)۔

اس لحاظ سے ابن عربیؒ کی حیات میں ایک ایسے شخص کی نشانی ملتی ہے جو اپنے آس پاس کی خواتین سے جذباتی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے ہمیشہ وابستہ رہا۔ اس تفصیل کے بعد سعدیہ شیخ نے ابن عربی کے متصوفانہ تجربوں جن میں عورتوں کے متعلق ایک خاص رجحان موجود ہے، اور خواتین کے ساتھ اپنے ذاتی اور معاشرتی تجربوں کو موضوع بناتے ہوئے لکھا ہے کہ صوفیوں اور تانیثیوں کے یہاں معنیاتی سطح پہ یہ مماثلت موجود ہے کہ دونوں ہی اس امر پہ زیادہ توجہ دیتے ہیں کہ تجربہ کس طرح افزائش علم کرتا ہے۔ تانیثی فلسفیوں نے اس امر پہ ہمیشہ اصرار کیا ہے کہ پیداواری علم، اخلاقیات کے عام تصورات، اور اخلاقیات کی سرشت ضابطہ بندی کے تجربی رحموں میں نمو پاتی ہے۔ اس کا تصور ہے کہ عہد وسطی میں اسلامی قوانین نے جس طرح پدرسری اخلاقیات کو اپنی بنیاد بنائے رکھا، اس کے عوض صوفیانہ اخلاقیات واقدار کو اپنایا ہوتا تو صنفی اختلافات یا صنفی ناانصافیوں کی ایسی مثالیں نہیں ملتیں جو، مثال کے طور پہ، محمود بن عمر الزمخشریؒ کے یہاں سورۃ النسا کی تفسیروں اور تشریحوں کے لئے نظر آتی ہیں (6)۔

سعدیہ شیخ سے قبل بھی اس موضوع پہ توجہ دی گئی ہے۔ امیمہ ابوبکر کے مطابق اس سلسلے میں مرکز شیخ ابراہیم ابن محمد الخلیفہ، بحرین، میں 27 نومبر، 2006 کو علم تصوف اور شیخ ابن العربی کے مطالعات کی ماہرہ پروفیسر حکیم السعاد نے اپنے خطبے میں ابن عربیؒ کے یہاں عورت کے تصور پہ مفصل روشنی ڈالی تھی اور

کہا تھا کہ ان کے یہاں عورتوں کے وجود کے نظریات ان کے آٹھ اصولوں پہ قائم ہیں: عورت بحثیت کونیاتی نظریہ، خاتون کاملہ، عورت بحثیت قطب، بحثیت دانشور عورت کا نمائندہ ہونا، عورت اور دگر، عورت بطور شہادت، عورت بطور امامہ اور اس حدیث قدسی کے پس منظر میں کہ عورت میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے (7)۔ ابن عربیؒ نے عورت کو انسان کی حیثیت سے مرد کے برابر اور معاشرتی معیار کے مطابق مرد سے ایک درجہ کمتر لکھا ہے۔

بقول سعدیہ شیخ جس طرح جہاد کے سلسلے میں مسلم علما کے یہاں شدت پسندی نظر آتی ہے اسے ابن عربیؒ کے حوالے سے دیکھا جائے تو عظیم ترین جہاد نفس امارہ پہ قابو رکھنا ہے۔ ربوبیت کا اقرار تبھی ممکن ہے جب انسان معاشرتی برتری کے تمام احساسات سے آزاد ہو جائے۔ معاشرتی برتری کے احساس سے آزادی لامحالہ خاندانوں میں بھی مردوں کے صاحب اختیار اور عورتوں کی بہ نسبت بلند مرتبہ ہونے کے احساس سے آزادی عطا کرے گی۔ قرآن کریم کی بنیاد پہ اسلام کا وجودیاتی نظام اور تصوف کے نظام کے ذریعہ پیش کی گئی اخوت ومحبت کی تعلیم اسلامی تانیثیت کے لئے نظریات اور طریق کار کی رہنمائی کرنے کی اہل ہے۔ ابن عربیؒ نے جس فراخدلی سے اپنی خواتین ہم مشربوں اور خاتون تلامذہ کا ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ طبعی طور پہ ان کے یہاں عورتوں کے تئیں عزت و احترام کا جذبہ موجود تھا، اور عین ممکن ہے کہ یہی وجہ ہو کہ ان کے یہاں اللہ سے قرب عشق کی حیات آفریں صورت گری کا نام بن جاتی ہے۔

صوفیائے کرام کے یہاں جنسی علامتوں اور تشبیہوں کی ایک دنیا موجود ہے اور اس نے عرصہ دراز سے اسلام پہ اپنی دسترس بھی رکھی ہے۔ اخلاقی تصورات کی ہمہ گیریت، انسانوں کی آپسی محبت اور بھائی چارگی کی صوفیانہ مثالیں عورتوں کو اپنی حدود سے باہر نہیں رکھتیں۔ فطرت انسانی کے بارے میں قرآن کریم کا یہ بنیادی اصول ہے جو ان کے یہاں کارفرما نظر آتا ہے۔

کلاسیکی فقہانے اپنے کلامیوں میں جس طرح صنفی امتیازات کی مثالیں پیش کی ہیں اس سے علم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے معاشرتی وتاریخی تناظر میں ہی صنفی رشتوں کو دیکھتے تھے۔ سعدیہ شیخ نے لکھا ہے کہ روایتی تفاسیر میں بیویوں کے لئے شوہر کی فرمانبرداری اور تابعداری کو اللہ کی فرمانبرداری اور تابعداری کی ایک شرط کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ سعدیہ اسے 'روحانی حفظ مراتب' کو وضع کرنا کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایسا ہے گویا:

خدا ایک اونچی چوٹی ہے، اس کے بعد درمیان میں ثالث کے طورہ مرد ہیں، اور نیچے سطح پہ عورتیں ہیں۔ اس کی وجہ سے عورت اور خدا کا رشتہ ثانوی ہو جاتا ہے اور وہ مردوں کے ذریعہ ہی خدا تک پہنچ سکتی ہے۔ لہذا مرد الوہی وساطت کا ذیعہ اور نیمہ خدا ہے۔ یہ مرد کو خدا جیسا اقتدار واختیار دینے میں معاون ثابت ہوا ہے۔ یہ تصور توحید کے منافی ہے (8)۔

ان کلامیوں کی معنیاتی سطحوں کی تخلیق کائنات کا پدرسری نقطۂ نظر رکھنے والی تشریحات سے ہوئی تھی۔ یہی وجہ کے وہ متون مرد مرتکز معاشرے کی نشانیاں پیش کرتے ہیں اور بالکل شعوری طور پہ عورتوں کے خلاف تشدد کے استعمال کو مناسب سمجھتے ہیں۔ تاہم اس سخت رویہ کے باوجود ایسے فقہا بھی تھے، مثلاً سلطان المتکلمین فخرالدین رازی ،جن کے یہاں اعتدال وتوازن کی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں۔ سعدیہ کا مفروضہ ہے کہ ابن عربیؒ نے جس طرح اللہ، عشق، خودسپردگی کی وضاحت کرتے ہوئے جہادالنفس کے ذریعہ نفس کشی کی تعلیم دی اور نفس المطمئنہ کی تعمیر وتشکیل پہ زور دیا، اس کی روشنی میں ہی دیگر صوفیائے کرام کی مماثل تعلیمات کی یکجائی بہت سی فقہی ناہمواریوں کو دور کرسکتی ہے۔۔ اس نے ابن عربیؒ کے علاوہ دیگر اہم صوفیائے کرام کا ذکر کرتے ہوئے بھی اپنے اس مفروضہ کو متذکرہ کتاب کی اشاعت سے کی اشاعت سے قبل اپنے مقالوں میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ پیش کیا تھا اور یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اگر روایتی تفسیرات اورزن بیزار فقہائے کرام یا ایسے فقہائے کرام جن کے یہاں معاشرتی، سیاسی اور قبائلی اثرات زیادہ نمایاں ہیں، کی جگہ صوفیائے کرام کی طریقت کو بنیاد بنا کر قوانین وضع کیے گئے ہوتے تو صورتحال کچھ اور ہوتی۔

تانیثیت کو سعدیہ شیخ نے تین اہم مرکبات کا مجموعہ مانا ہے، بیداری، فعالیت اور بصیرت۔ معاشرے میں خواتین کی حاشیہ نشینی اور پسماندگی دور کرنے کے لئے مبصرانہ بیداری اگر تانیثیت ہے تو اسلامی تانیثیت کا تعلق خدا اور انسان کے رشتوں کی بنیاد پہ انسان کی کلیت سے ہے کی جس کے بطن سے فرد، معاشرہ اور سیاسی نظام ترتیب پاتا ہے۔ قدرت کی حقیقت کو سمجھنے کے ساتھ ہی عدل، آزادی، مساوات وغیرہ کے نظام کی ہمکاری ہی معاون ہوسکتی ہے۔

1. Shaikh, Sa'diyya. (2015). Sufism, Islamic Law and Gender: Rethinking the term of Debate. Men in Charge? Rethinking Authority in the the Muslim Legal Tradition. (Eds.). Ziba Mir-Hosseini, Mulki Al-Sharmani and Jana Rumminger. Oxford: Oneworld. p. 127.

2. Shaikh, Sa'diyya. (2012). Sufi Narratives of Intimacy: Ibn 'Arabi, Gender and Sextuality Chapel Hill: University of North Carolina Press. Pp. 8-9.

3. Shaikh, Sa'diyya. (2012). ibid. p. 124.

4. Shaikh, Sa'diyya. (2009). In Search of Al-Ins?n: Sufism, Islamic Law and Gender. Journal of the American Academy of Religion. p. 29.
doi:10.1093/jaarel/lfp052

5. Shaikh, Sa'diyya. (2015). ibid. p. 122.

6. Shaikh, Sa'diyya. (2013). In Search of Al-Ins?n: Sufism, Islamic Law and Gender. Muslimah Theology: The Voices of Muslim Women. (Eds.). Ednan Aslan, Marcia Hermansen and Elif Medeni. Bern, Wien and New York: Peter Lang. p. 300.

7. Shaikh, Sa'diyya. (2013). ibid. p. 202.

8. Shaikh, Sa'diyya. (1997). Exegetical Violence: Nushuz in Quranic Gender Ideology. Journal for Islamic Studies, 17. Pp. 62-63.